بی جے پی اور یکساں سول کوڈ کی سیاست

بی جے پی حکومت اگر صحیح معنوں میں مسلمانوں کا بھلا چاہتی ہے تو اسے ان کی سماجی، تعلیمی اور اقتصادی ترقی کے لیے ٹھوس اقدامات کرنے چاہئیں



ابھے کمار

گزشتہ مہینے مشرقی اتر پردیش کے سون بھدر میں بی جے پی کی ایک بڑی ریلی سے خطاب کرتے ہوئے پارٹی کے صدر امت شاہ نے سماجوادی پارٹی، بہوجن سماج پارٹی اور کانگریس کو نشانہ بنایا: ”تین طلاق کے ساتھ آپ ہیں یا نہیں؟“ مسلم خواتین کے حقوق اور ان کے لیے انصاف کے مسئلے پر حریف جماعتیں امت شاہ کے علاوہ وزیر اعظم نریندر مودی کے حملے کا نشانہ بنتی رہی ہیں۔ بی جے پی لیڈروں کا یہ الزام رہا ہے کہ حریف جماعتیں ووٹ بینک کی سیاست کی وجہ سے تین طلاق جیسے غلط رسم ورواج پر خاموشی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ طلاق اور مسلم خواتین کا مسئلہ اٹھا کر بی جے پی کا مقصد متنازعہ یکساں سول کوڈ کے حق میں ماحول تیار کرنا ہے۔ اسے امید ہے کہ اس طرح وہ یوپی اور دیگر ریاستوں میں ہونے والے انتخابات کے دوران فائدہ اٹھا پائے گی۔ کیوں کہ یکساں سول کوڈ کا مسئلہ ان کے نزدیک ہندو ووٹ بینک کو بھنانے کا ایک آسان اور کارآمد ذریعہ ہے۔

میڈیا کی مدد سے بی جے پی ہندو ووٹروں کے ایک بڑے حصے میں یہ تعصب پھیلانے میں کامیاب ہوتی نظر آرہی ہے کہ مسلم عورتیں اپنے مردوں کے ظلم وجبر سے کراہ رہی ہیں۔ بی جے پی یہ حقیقت بھی سامنے نہیں لانا چاہتی کہ اسلام نے پہلی مرتبہ عورتوں کو برابری کے حقوق دیے اور انصاف کے معاملے میں دیگر مذاہب سے آگے قدم بڑھایا۔ مثال کے طور پر اسلام نے سب سے پہلے طلاق کے ذریعے بیوی اور شوہر کو خوشگوار طریقے سے جدا ہونے کی اجازت دی، اگر ان کا ایک ساتھ رہنا ممکن نہ ہو۔ طلاق کی غیر موجودگی میں اس کا خطرہ بنا رہتا ہے کہ کہیں شوہر اپنی بیوی سے چھٹکارا پانے کے لیے اس کے اوپر جان لیوا حملہ نہ کردے۔ اسی لیے تو غیر مسلم سماج نے بھی اسلام کی راہ پر چلتے ہوئے طلاق سے نجی رہائی یا آزادی کے حق کو اپنے سماج میں جگہ دی۔ اس کے علاوہ فسخ نکاح کی اجازت بھی اسلام دیتا ہے جس کے تحت بیوی القضا میں جا کر یہ شکایت کر سکتی ہے کہ اس کا شوہر اس کے اوپر زیادتی کر رہا ہے اور اگر دارالقضا عورت کی دلیل سے مطمئن ہے تو وہ نکاح کو فسخ یعنی ختم کر سکتا ہے۔ بی جے پی اور دیگر طاقتیں یہ بھی نہیں بتانا چاہتیں کہ اسلام نے عورتوں کو ماں کی ملکیت کا وارث بھی بنایا اور انہیں اقتصادی طور پر مضبوط [illegible] شادی کے وقت لڑکی کی رضامندی کو بھی اسلام نے لازمی قرار دیا ہے۔ مگر آج ہندوتو بریگیڈ ان ساری حقیقتوں پر پردہ ڈال کر طلاق کے مسئلے پر ایسا ہوا کھڑا کیا جا رہا ہے کہ اگر تین طلاق کو ختم کیا جائے تو مسلمانوں کی ساری پریشانیاں اور پسماندگی اچانک ختم ہو جائے گی۔

اسی سلسلے میں گزشتہ مہینے آر ایس ایس کے نظریہ ساز ایم جی ویدیہ نے انگریزی کے مشہور اخبار انڈین ایکسپریس (۲۲ نومبر) میں ایک بڑا متنازعہ مضمون لکھا جس میں انہوں نے کہا کہ مرکزی سرکار بغیر کسی تاخیر کے ایک ایسا بل پاس کرے جس کے تحت شادی اور طلاق کے لیے یکساں قانون ہو۔ ویدیہ کے مطابق ایسا قانون تین طلاق کے مسئلے کو ختم کردے گا اور طلاق کا مطالبہ کرنے والی عیسائی خواتین کو بھی انصاف ملے گا۔ کیا یہ قدم اتنا آسان ہے؟ کیسے شادی اور طلاق سے متعلق کوئی قانون سب کے لیے قابل قبول ہوگا؟ اس نازک اور حساس سوال پر گہرائی سے سوچتے ہوئے ویدیہ نے اپنے حریفوں کو دھمکی دے ڈالی اور کہا کہ جو یکساں سول کوڈ کی مخالفت کریں گے وہ حق رائے دہندگی جیسے آئینی حقوق سے محروم کر دیے جائیں گے۔ ویدیہ نے یکساں سول کوڈ کے نفاذ کے لیے جس طرح سے سرکار پر دباؤ ڈالا وہ اس بات کی جانب اشارہ کرتا ہے کہ یہ شخص یا تو ہندوستان کی تاریخ اور اس کے سماجی تانے بانے کو جانتا نہیں یا جان بوجھ کر اسے نظر انداز کر رہا ہے۔ خود بی جے پی

بی جے پی یہ بات اچھی طرح جانتی ہے کہ ہندوستانی معاشرے کو ایک رنگ میں رنگنے کی کوشش کرنا بیحد خطرناک ہو سکتا ہے۔ مسلم، عیسائی، سکھ اور جین جیسے اقلیتی طبقوں کو اگر چھوڑ بھی دیا جائے تب بھی تمام ہندوؤں کے لیے کوئی ایک قانون جو سب کو قابل قبول ہو بنانا بیحد مشکل امر ہے۔ شادی کو ہی لے لیجئے۔ کیا پنجاب میں رہنے والا کوئی ہندو تمل ناڈو میں رہنے والے ہندوؤں کے رسم ورواج کے مطابق شادی کرنا پسند کرے گا؟ تبھی تو ہندوستان کا آئین مذہبی آزادی کے اقدار پر مبنی ہے۔

یکساں سول کوڈ کو بہت عرصے سے انتخابی ایجنڈے کے طور پر استعمال کرتی رہی ہے لیکن جب اقتدار پر قابض ہوتی ہے تو اس مسئلے کو ٹھنڈے بستے میں ڈال دیتی ہے۔ ویدیہ مذکورہ مضمون میں ان تمام باتوں کو بڑی آسانی سے نظر انداز کر گئے ہیں۔ یکساں سول کوڈ کو نافذ کرنے میں بی جے پی کی ناکامی کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان ایک کثیر ثقافت وتہذیب کا حامل ملک ہے۔ اس ملک میں یکساں سول کوڈ سب پر نافذ کرنا اتنا آسان نہیں ہے۔ بی جے پی یہ بات اچھی طرح جانتی ہے کہ ہندوستانی معاشرے کو ایک رنگ میں رنگنے کی کوشش کرنا بیحد خطرناک ہو سکتا ہے۔ مسلم، عیسائی، سکھ اور جین جیسے اقلیتی طبقوں کو اگر چھوڑ بھی دیا جائے تب بھی تمام ہندوؤں کے لیے کوئی ایک قانون جو سب کو قابل قبول ہو بنانا بیحد مشکل امر ہے۔ شادی کو ہی لے لیجئے۔ کیا پنجاب میں رہنے والا کوئی ہندو تمل ناڈو میں رہنے والے ہندوؤں کے رسم ورواج کے مطابق شادی کرنا پسند کرے گا؟ تبھی تو ہندوستان کا آئین مذہبی آزادی کے اقدار پر مبنی ہے۔ مثال کے طور پر آئین نے آدی واسی حلقہ کو یکساں سول کوڈ کے دائرے سے باہر رکھا ہے۔ ٹھیک اسی طرح ہندوستان کے کئی صوبے جیسے میزورم اور کشمیر ہیں جنہیں اپنا ثقافتی تشخص قائم رکھنے کے لیے خصوصی اختیارات دیے گئے ہیں، جس کے تحت مرکز کے ذریعے بنائے گئے بہت سارے قوانین وہاں نافذ نہیں کیے جاسکتے۔ اگر یکساں سول کوڈ سب پر تھوپ دیے گئے تو یہ ہندوستانی آئین کے ذریعے دی گئی مذہبی آزادی اور وفاقی ڈھانچے کی صریح خلاف ورزی ہوگی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مذہب اور ثقافت کی آڑ میں آج بھی معاشرے میں کئی غیر انسانی اور دقیانوسی رسومات کی جڑیں گہرائی تک جمی ہوئی ہیں۔ آزادی کے بعد ان میں سے کچھ بری رسومات جیسے چھوا چھوت کو بابا صاحب امبیڈکر نے جدوجہد کر کے قانونی طور پر ختم کیا۔ وہ چاہتے تھے کہ حکومت سماج میں موجود ان تمام برے رسم ورواج کو صاف کرنے کے لیے پختہ قدم اٹھائے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ بابا صاحب امبیڈکر نے ارباب اقتدار کو متنبہ کیا کہ انہیں کوئی بھی ایسا قانون بنانے کی بے وقوفی نہیں کرنا چاہیے جس سے عوام باغی ہو جائیں۔ ۱۹۴۹ء میں قانون ساز اسمبلی میں بولتے ہوئے انہوں نے کہا کہ کوئی بھی حکومت اقتدار کا استعمال یوں نہ کرے کہ مسلم معاشرہ بغاوت پر آمادہ ہو جائے۔ بابا صاحب امبیڈکر کی اس نصیحت کو فراموش کر کے مودی کی زیر قیادت بی جے پی ایک بار پھر سے یکساں سول کوڈ کی آڑ میں مسلمانوں کو نشانہ بنا رہی ہے۔ تاریخ کے اوراق اس بات کے گواہ ہیں کہ ۱۹۴۰ء اور ۱۹۵۰ء کی دہائی میں بھگوا تنظیموں نے ہندو کوڈ بل کی زبردست مخالفت کی تھی اور اسے ہندو قوم کے اوپر ایٹم بم سے تعبیر کیا تھا۔ امبیڈکر ہندو کوڈ بل کی مدد سے ہندو معاشرے میں جڑ جما چکی غیر مساوی رسومات کو ختم کرنا چاہتے تھے اور عورتوں کو برابری کا حق دلانا چاہتے تھے مگر منوواد نظریے کی حامل بھگوا تنظیموں کو یہ بات کیسے گوارا ہوتی اور انہوں نے اس کی پرزور مخالفت کی۔ مثال کے طور پر ۱۹۴۹ء میں آر ایس ایس نے ہندو کوڈ بل کی مخالفت میں دلی میں ۷۹ جلسے کیے۔ کیا ہندتو کے نظریہ ساز ویدیہ جو آج کل مسلم اور عیسائی خواتین کے حقوق کے لیے گھڑیالی آنسو بہا رہے ہیں وہ ہمت دکھا کر آر ایس ایس سے ہندو کوڈ بل کی مخالفت کے لیے معافی تلافی کا مطالبہ کریں گے؟

کل تک عورتوں کو سماج میں برابری دلانے کے لیے بابا صاحب امبیڈکر کے ذریعے لائے گئے ہندو کوڈ بل کی مخالف آر ایس ایس آج مسلم خواتین حقوق کی سب سے بڑی علمبردار بننے کا دعویٰ کر رہی ہے۔ بی جے پی حکومت اگر صحیح معنوں میں مسلمانوں کا بھلا چاہتی ہے تو اسے ان کی سماجی، تعلیمی اور اقتصادی ترقی کے لیے ٹھوس اقدامات اٹھانے چاہئیں۔ جہاں تک ایک مجلس میں تین طلاق کا مسئلہ ہے اس کو لے کر مسلم معاشرہ میں بھی ایک رائے نہیں ہے۔ حال ہی میں جمعیۃ علماء ہند کے جنرل سکریٹری محمود مدنی نے اجمیر شریف کے جلسے میں طلاق ثلاثہ کو غیر اسلامی عمل قرار دیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس مجلس میں بریلوی فکر کے مذہبی پیشوا توقیر رضا خان بھی موجود تھے اور امید کی جاتی ہے کہ مسلم علماء، دانشور اور دیگر اہم شخصیات اس مسئلے کا حل خود تلاش کریں گے۔ میری رائے میں بہتر یہی ہے کہ طلاق ثلاثہ کے حل کی ذمہ داری مسلم معاشرہ پر چھوڑ دی جائے۔ سماجی اصلاح کا مسئلہ بڑا نازک ہوتا ہے اور جب بات اقلیتی طبقے کی ہو تو حکومت اور اکثریتی طبقے والوں کو معاملے میں مداخلت کرنے سے پہلے سو بار سوچنا چاہیے۔

debatingissues@gmail.com